تحقیق وتدقیق

قسط نمبر (۱)

سندِ کتاب اور منہجِ محدثین

محمد خبیب احمد (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو جن امتیازات سے نوازا ہے ان میں ایک جداگانہ وصف سند کا اہتمام ہے۔ اساطین اُمت اگر حفظِ سند کا اہتمام نہ کرتے تو یقیناً اسلام کے چراغ گل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شمع دان بھی ختم ہو جاتی۔ اور اس بلدۂ طیبہ کی فصیل میں ملحدین اور مبتدعین کو وضع حدیث کے خطرناک ہتھیاروں سے نقب زنی کا کامیاب موقع مل جاتا۔ اسانید الٹ پلٹ کرنا اور متونِ حدیث خلط ملط کرنا ان کے لیے سہل ہو جاتا۔ حفظِ اسناد کی صورت میں اس اُمت پر احسانِ عظیم فرمایا گیا۔ حاملین سند کو عزت بخشی گئی۔ اہل حدیث نے اسے دین کا حصہ قرار دیا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا، چنانچہ شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک (وفات ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک سند دین ہے۔ اگر سند نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا وہ کہتا۔'' (مقدمہ صحیح مسلم، رقم: ۳۲، العلل الصغیر للترمذی، ص: ۸۹۰)

نیز فرمایا:

''ہمارے درمیان اور دوسرے لوگوں کے درمیان فرق سند کا ہے۔'' (مقدمہ صحیح مسلم)

حافظ ابن حبان ﷫ فرماتے ہیں:

''اگر سند نہ ہوتی اور محدثین کی جماعت اس کا اہتمام نہ کرتی تو اس اُمت میں دین کی تبدیلی ظاہر ہو جاتی جیسے باقی اُمتوں میں ہوئی ہے۔'' (المجروحین: ۱/ ۲۵، مقدمۃ)

امام حاکم ﷫ نے یوں توضیح فرمائی:

''اگر سند اور اس کو طلب کرنے والی اور اس کے حفظ پر انتہائی پابندی کرنے والی یہ جماعت نہ ہوتی تو اسلام کے نشانات قدیم العہد ہو جاتے۔ ملحدین اور مبتدعین کو اس میں جعلی احادیث شامل کرنے کا اور اسانید الٹ پلٹ کرنے کا موقع خوب میسر آتا۔ جب اخبار (احادیث) اسانید کے وجود سے الگ ہوں گی تو وہ کٹی ہوں گی۔''

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص: ۶)

اسی بنا پر محدثین نے حدیث کے علاوہ تفسیر، تاریخ، فقہ، رجال، انساب، لغت، ادب، نحو، اشعار اور حکایات میں سند کا اہتمام کیا ہے، بلکہ وہ مزاحیہ باتوں کو بھی باسند بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے خطیب بغدادی ﷫ نے "التطفیل و حکایات الطفیلیین" اور "البخلاء" میں سند کو ملحوظ رکھا ہے۔ حافظ ابن جوزی بھی اس قبیل کی کتابوں میں عام طور پر سند کا اہتمام کرتے ہیں۔

امام احمد کے شاگرد امام ابوبکر احمد بن محمد بن حجاج، جو مروزی کے نام سے معروف ہیں، نے اخبار الشیوخ واخلاقھم بھی باسند بیان کی ہے، اس کی بابت کئی اور مثالیں بھی ذکر کی جا سکتی ہیں۔ محدثین کی سند سے وابستگی کا عالم یہ ہے کہ وہ صرف ایک ایک کلمے کی توضیح کے لیے تین چار سطری سند بیان کرتے ہیں۔

احادیث کی طویل ترین اسانید پر مشتمل کتب سداسیات، سباعایت، ثمانیات، تساعیات اور عشاریات بھی اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ اشارہ بھی ضروری ہے کہ سابقہ ملتیں حفظِ سند کی خوبی سے یکسر تہی دامن تھیں، یہاں تک کہ ان کی مذہبی کتب کی اسانید بھی نہیں ملتیں۔

سند اور اتصالِ سند کی اہمیت مسلّم ہے جس سے انکار کی مجال

ہیں۔ اہل فن کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ہر ہر فن کے لیے علیحدہ علیحدہ اُصولوں کی داغ بیل ڈالی ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اور دیگر اعیانِ اُمت کی طرف منسوب اقوال کو پرکھنے کے لیے تفریق کرتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں بھی ان کا منہج یکساں نہیں، احکام وعقائد اور فضائل و رقائق وادعیہ سے متعلق منہج ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ پھر احکام سے متعلق احادیث میں ان کا اسلوبِ نقد یکساں نہیں۔ جو حدیث اپنے موضوع میں اساسی حیثیت کی حامل ہو اس کے اور جو شواہد میں مندرج ہوتی ہے، اس کے مابین فرق ملحوظ رکھتے ہیں۔ ایک قسم پر طرز تنقید دوسری قسم سے جدا ہے۔ ان کی دقیق نظری شہادت دیتی ہے کہ اللہ ذوالجلال والاکرام ان کے علم کے تائید کنندہ ہیں۔

ائمہ کرام کے نزدیک اساطین اُمت کے دین سے متعلق اور عمومی بود و باش سے متعلق اقوال وافعال کو پرکھنے میں فرق کیا جائے گا۔

اُنھوں نے حدیث کی صحت وضعف معلوم کرنے کے لیے اتصالِ سند، ثقہ راویان اور عدمِ شذوذ وعلت جیسے نہایت سخت اُصول متعارف کروائے ہیں۔ جو محض حدیث پر حکم لگانے کے لیے جاری کیے گئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان کڑے اُصولوں کو حدیث کے علاوہ کسی اور فن پر لاگو کرے گا تو نتیجتاً اس فن کا معتدبہ ذخیرہ رائیگاں ہو جائے گا اور ایسا فائدہ بہ ذات خود محلِ نظر ہوگا۔ مثال کے طور پر حدیث جانچنے کے اُصول اگر جاہلی اشعار، راویانِ حدیث کے حالات اور عمومی واقعات پر منطبق کیے جائیں تو شاید بہت کم اشیاء مقرر کردہ معیار پر پوری اتریں، باقی سب کالعدم ہو جائیں۔ بہ الفاظِ دیگر راویِ حدیث کی ثقاہت وعدالت معلوم کرنے کے جو اُصول محدثین نے قائم کیے ہیں انھیں دورِ رواں کے صحافی حضرات پر منطبق کیا جائے تو اس کے نتیجے کا ہر ذی شعور اندازہ کر سکتا ہے۔

بالکل یہی معاملہ سندِ کتاب کا ہے۔ اگر حدیث پرکھنے کے قواعد سندِ کتاب پر لاگو کیے جائیں تو بہت سی ایسی کتب کالعدم ہو جائیں گی جن کا محدثین نے اعتبار کیا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی دعویٰ کرے کہ ''علل الترمذی الکبیر'' امام ترمذی کی تصنیف نہیں کیوں کہ وہ گم شدہ کتب میں ہے۔ اور جو کتاب ''ترتیب العلل الکبیر'' کے نام سے ابو طالب محمود بن علی القاضی (وفات ۵۸۵ھ) کی معروف ہے وہ غیر ثابت شدہ ہے، کیوں کہ اس کی سند میں امام ترمذی کا شاگرد ابو حامد التاجر مجہول ہے۔ تو کیا ایسا دعویٰ صحیح ہوگا؟ ہم نے اس مضمون میں اسی کا جائزہ لینا ہے۔

بلاشبہ ابو احمد التاجر احمد بن عبداللہ بن داود المروزی مجہول ہے۔ کتب تاریخ ورجال میں اس کا ترجمہ موجود نہیں۔ سندِ کتاب کے راویوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اکثریت ان راویوں کی ہے جنھیں محدثین نے اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے۔

(۲) بعض راوی ایسے ہیں جنھوں نے محض کتب کے سماع پر اکتفا کیا۔ وہ اپنے شہر سے حصولِ علم کے لیے نہیں نکلے۔

بنا بریں معروف کتب اسماء الرجال میں ان کا ترجمہ موجود نہیں۔ اور جو تواریخ خاص شہروں کی تھیں ان کا بیشتر حصہ حوادثاتِ زمانہ کی نذر ہو گیا۔ محدثین عظام سندِ کتاب میں اس قسم کی کمزوری سے چشم پوشی کرتے ہیں اور جگہ جگہ ایسی کتب سے نصوص واقوال نقل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

آگے بڑھنے سے قبل صحتِ کتاب کی چند شرائط ملاحظہ فرمائیے:

صحتِ کتاب کی شرائط:

اہل فن کسی کتاب یا اس کے قلمی نسخے میں درج ذیل اُصولوں کی پابندی کرتے ہیں:

۱۔ مولف یا مصنف خود ثقہ یا کم از کم قابل اعتماد ہو۔

۲۔ کتاب فی الواقع مولف کی ہو۔ جس کی صراحت کبار مترجمین نے کی ہو یا اُنھوں نے مصنف کی سیرت نگاری میں اس کا تذکرہ کیا ہو اور ثبوت پر کوئی نقد وتبصرہ نہ کیا ہو۔

۳۔ محدثین اپنی تالیفات میں اس کتاب کو مولف کی طرف منسوب کرتے ہوں۔ یا مولف سے جرح و تعدیل کے اقوال نقل کرتے ہوں۔

۴۔ ناسخ یا مالکِ مخطوط سے مولف تک سند صحیح، حسن یا کم از کم قابل اعتبار ہو۔

۵۔ مخطوط کے ناسخ، خطِ نسخ، تاریخ نسخ، حواشی مخطوط، محل وقوع کی معرفت ضروری ہے۔ علماء کے سماعات بھی اس نسخے کو معتبر بنانے میں مدد دیتے ہیں کہ کس نے اس کی قراءت کی، کس نے سماع کیا اور کس نے اسے روایت کیا۔ مخطوط نقل کرنے کے بعد اصل سے موازنہ بھی ضروری ہے۔

۶۔ خود مولف اپنی دیگر کتب میں اُس کتاب کا حوالہ دے یا اس کتاب میں دیگر کتب کی نشان دہی کرے کہ تفصیلی بحث فلاں کتاب میں موجود ہے، اس کی مراجعت کیجیے۔

۷۔ کسی خارجی قرینے سے اس کتاب کی صحت مشکوک نہ ہو۔ (اس کی تفصیل ابھی آ رہی ہے)

جس کتاب یا مخطوط میں یہ شروط پائی جائیں تو اس کی نسبت میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔ جتنی شرائط کم ہوتی جائیں گی اسی قدر اس کی حیثیت گھٹتی جائے گی۔

خارجی قرائین:

کتاب کا غلط انتساب کبھی تو عمداً ہوتا ہے اور کبھی ناسخین مخطوطات کی غلطی یا بک بائنڈرز کی غفلت یا پبلشرز کی کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مصنفین کے ناموں میں مشابہت کی وجہ سے بھی اختلاط پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔

ملحوظ رہے کہ بعض ناشرین بھی کتاب کی سند اور اس میں مواد کی اسانید حذف کر دیتے ہیں جیسے مواعظ، آداب اور حکایات کی کتب ہوتی ہیں۔

① ..... مولف کے زمانے میں اس کے معاصرین علماء اور تلامذہ میں کتاب معروف نہ ہو اور محدثین اس کی صحت کو مشکوک قرار دیں۔

② ..... کتاب مولف کے نظریات و عقائد سے متصادم ہو اور اس کا رجوع بھی ثابت نہ ہو۔

③ ..... کتاب کا انداز تحریر مولف کے اسلوب نگارش سے مختلف ہو۔

④ ..... کوئی بات خلاف واقع ہو۔ مثلاً کتاب سے مولف کا دمشق جانا معلوم ہوتا ہو حالانکہ اس کے عمومی حالاتِ زندگی اس کی نفی کریں کہ مصنف زندگی بھر بغداد کے مکین رہے، رحلہ علمیہ کے لیے نہیں نکلے۔ یا جس راوی سے کتاب مروی ہو وہ مصنف کی پیدائش سے قبل ہی انتقال کر گیا ہو یا کتاب میں مولف کی وفات کے بعد کے واقعات درج ہوں۔

⑤ ..... مولف کا اسلوبِ نگارش اور طرزِ تنقید اس کی شان سے بالا ہو، خصوصاً اپنے اساتذہ کے بارے میں۔

⑥ ..... کتاب کا بعض حصہ بعض سے متصادم ہو۔ خصوصاً پختہ کار مصنف کی کتاب۔

⑦ ..... مصنف نے جس زمانے میں آنکھ کھولی ہو وہ فتنوں کا زمانہ ہو۔ حالات کے تقاضے کے مطابق وہ کتاب و سنت کے دفاع میں کمربستہ ہو گیا۔ غالین، مبطلین کا ناطقہ بند کر دیا۔ جب انسان ایسے حالات میں ہو تو وہ طبعی طور پر چٹکلوں، عجوبوں، لطیفوں، مزاحیہ باتوں پر مشتمل کتاب نہیں لکھ سکتا۔ اس لیے اس قسم کے مواد پر مشتمل کتاب کی مصنف کی طرف نسبت مشکوک ہے۔

شیخ ابوعبیدہ مشہور نے نسبتِ کتاب کے بارے میں فرمایا ہے:

"فالكتاب الذى لا سندله ، ولا ذكرله فى كتب التراجم ، أوفى دور المخطوطات ، أولم يشتهر عن صاحبه من خلال تداول أصحابه و تلاميذه له ، أونقل من بعده منه ، غير صحيح النسبة ."

(كتب حذر منها العلماء: ۲/ ۲۲۳، ۲۲۴)

''جس کتاب کی سند نہ ہو۔ کتب تراجم یا مخطوطات کے مکتبات میں اس کا ذکر نہ ہو۔ یا مولف کے معاصرین اور تلامذہ کے مابین کتاب معروف نہ ہو یا کسی نے مابعد اس سے نقل نہ کیا ہو۔ یہ نسبت کی عدمِ صحت کی دلیل ہے۔''

حاشیے میں رقم طراز ہیں:

''مخطوط پر صحیح، مولف تک متصل سند کا وجود، ناسخ کی معرفت، اس کی لکھائی کا وثوق اور جس کی طرف کتاب منسوب ہے اس کے بری الذمہ نہ ہونے کی دلیل، صحتِ کتاب کی نشانی ہے۔''

''یہ ملحوظ رکھا جائے گا کہ کتاب کی شہرت اس کی صحیح سند سے کفایت کرتی ہے؟ صحیح اس میں تفصیل ہے۔''

(كتب حذر منها العلماء: ٢/ ٢٢٣)

جو کتب منسوب ہیں یا ان کے نام وغیرہ میں جو غلطی ہوئی ہے، علامہ بکر بن عبداللہ ابوزید نے انھیں جمع کیا ہے۔ اور کتاب کا نام رکھا ہے:"معجم المؤلفات المنحولة وما وقع فی اسمه أونسبه ضرب من الوهم والغلط."

(كتب حذر منها العلماء: ٢/ ٢٢٥)

ہم عرض کر آئے ہیں کہ محدثین سندِ کتاب میں کمزوری کو برداشت کرتے ہیں اور دیگر قرائن سے اسے تقویت دیتے ہیں۔

العلل الكبير للترمذي:

امام ترمذی نے ''العلل الکبیر'' لکھی، جسے ''العلل المفرد'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جو گمشدہ کتب میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں احادیث اور ان کی علتیں کسی ترتیب پر نہ تھیں۔ اسے قاضی فقیہ ابو طالب محمود بن علی اصبہانی (وفات ۵۸۵ھ) نے فقہی ترتیب کے مطابق ڈھالا۔ اس سلسلے میں انھوں نے جامع ترمذی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا۔

قاضی ابو طالب کا شمار کبار ائمہ شافعیہ میں ہوتا ہے۔ ان کے حالات ذیل کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

وفيات الاعيان لابن خلكان: ۵/۴/۱۷۴، تاريخ الاسلام للذهبي: (حوادث ووفيات: ۵۸۱ھ-۵۹۰ھ، ص: ۲۳۰، ۲۳۱)، طبقات الشافعية الكبرى للسبكي: ۷/۲۸۶، ۲۸۷، رقم: ۹۸۳، طبقات الشافعية للاسنوي: ۲/۱۷۵، طبقات الشافعية لابن قاضي شهبة: ۲/۳۸۰، رقم: ۳۴۸، طبقات الفقهاء الشافعيين لابن كثير: ۲/۷۳۳، رقم: ۲۹، شذرات الذهب: ۴/۲۸۴)

اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ ابو طالب کا ترجمہ ہی کسی نے ذکر نہیں کیا، درست نہیں۔ (مسئولات الترمذی للبخاری حول احادیث فی جامع الترمذی لیوسف بن محمد الدخیل: ۱/۱۸۹)

امام ترمذی نے سنن ترمذی کی تالیف سے پہلے کتاب العلل لکھی یا اس کا مواد جمع کیا تھا، جیسا کہ محقق علل الترمذی الکبیر حمزہ دیب مصطفیٰ نے صراحت کی ہے۔ (ترتیب العلل: ۲/۹۸۳)

اس کتاب کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایک ماہرِ فن کی تصنیف ہے۔ جس میں وہ اپنی آراء کے ساتھ ساتھ امام العلل امام بخاری کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں، بلکہ یہ کتاب ان سے استفسارات کا مجموعہ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں امام ابوزرعہ رازی اور امام دارمی کی چند آراء بھی موجود ہیں، بلکہ بعض مقامات پر ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا موقف بھی معلوم ہو جاتا ہے، چنانچہ امام ترمذی نے امام بخاری سے عبداللہ بن محمد بن عقیل کے بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا:

''میں نے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن ابراہیم (ابن راہویہ) اور امام حمیدی کو اس کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے۔ وہ مقارب الحدیث ہے۔''

(العلل الکبیر: ۱/۸۱)

گویا ایک راوی کے بارے میں چار ناقدین کی رائے ایک عبارت میں مذکور ہے۔

پہلی دلیل: محدثین کا اعتماد:

محدثین نے العلل الکبیر سے امام ترمذی اور امام بخاری کے درجنوں اقوال بہ واسطہ امام ترمذی نقل کیے ہیں اور بے شمار مقامات پر صراحت کی ہے کہ یہ کتاب امام ترمذی کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

① امام بیہقی (وفات ۴۵۸ھ):

❶ السنن الکبریٰ: ۱/ ۳۰۱، ۳۰۲۔ امام بیہقی نے بغیر نسبت کتاب ذکر کیا ہے۔ یہ قول العلل الکبیر (۱/ ۴۰۲، ۴۰۳) میں ہے۔

❷ "وفی کتاب العلل لابی عیسی الترمذی."
(السنن الکبریٰ: ۱/ ۳۹۱)

❸ "وفی کتاب العلل لابی عیسی الترمذی."
(السنن الکبریٰ: ۱/ ۴۵۶)

العلل میں یہ دونوں قول نہیں ملے۔

❹ "وفیما قرأت فی کتاب العلل لابی عیسی الترمذی." (السنن الکبریٰ: ۲/ ۴۸۸۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۲۵۹، ۲۶۰)

❺ "وفیما حکی ابو عیسی الترمذی رحمه الله فی کتاب العلل عن محمد بن اسماعیل البخاری رحمه الله."
(السنن الکبریٰ: ۳/ ۳۲۸، ۳۲۹۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۲۹۹)

❻ "قال ابو عیسی الترمذی فی کتاب العلل."
(السنن الکبریٰ: ۳/ ۱۱۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۴۱۱)

❼ "قال ابو عیسی الترمذی فی کتاب العلل."
(السنن الکبریٰ: ۴/ ۸۸۔ مطبوع العلل الکبیر میں یہ قول نہیں مل سکا)

❽ "ورأیت فی کتاب العلل لابی عیسی الترمذی."
(السنن الکبریٰ: ۵/ ۳۲۴، ۳۲۵۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۵۰۰)

❾ "قال ابو عیسی الترمذی رحمه الله فی کتاب العلل."
(السنن الکبریٰ: ۷/ ۱۰۸، ۱۰۹۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۴۲۹، ۴۳۰)

❿ "ذکر ابو عیسی الترمذی فی کتاب العلل."
(السنن الکبریٰ: ۸/ ۴۳۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۲/ ۵۸۷)

تلك عشرة كاملة

یہ اقوال صرف السنن الکبریٰ سے نقل کیے گئے ہیں۔ امام بیہقی نے اپنی دیگر تصنیفات میں جو اقوال ذکر کیے ہیں وہ ان پر مستزاد ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"امام بیہقی وغیرہ اکابر علماء نے امام بخاری کی کتاب القراءۃ سے استدلال کیا ہے جو اس کی دلیل ہے کہ وہ اسے امام بخاری کی تصنیف کردہ کتاب ہی سمجھتے ہیں۔"
(مقدمہ نصر الباری، ص: ۱۹)

② حافظ ابن عبدالبر (وفات ۴۶۳ھ):

انھوں نے امام بخاری کا قول نقل کیا ہے۔ (التمہید: ۱/ ۳۴)

③ حافظ ابن عساکر (وفات ۵۷۱ھ):

انھوں نے اپنی سند سے امام بخاری کی جرح بہ واسطہ امام ترمذی نقل کی ہے۔ (تاریخ دمشق: ۱۹/ ۱۲۴) جو العلل الکبیر (۲/ ۹۵۲، ۹۵۳) میں موجود ہے۔

حافظ ذہبی نے صراحت کی ہے کہ امام ترمذی نے یہ قول "العلل" میں ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۸۴)

نیز ملاحظہ ہو: نور العینین (ص: ۱۳۸)، القول المتین (ص: ۲۴)

④ ابو طالب القاضی (وفات ۵۸۵ھ):

انھوں نے العلل الکبیر کو جامع ترمذی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ انھی کی ترتیب شدہ کتاب مطبوع ہے۔

⑤ امام ابن الجوزی (وفات ۵۹۷ھ):

انھوں نے ایک حدیث کی تصحیح پر امام علی بن مدینی اور امام بخاری کی رائے بہ واسطہ امام ترمذی نقل کی ہے۔
(التحقیق لابن الجوزی: ۲/ ۹۳، حدیث: ۱۱۰۳)

امام علی بن المدینی کا قول جامع ترمذی (رقم: ۴۷۷) میں ہے۔

...م بخاری کا قول العلل الکبیر (۱/۳۶۲) میں ہے۔ امام ابن المدینی ...نے حضرت شداد اور جناب ثوبان رضی اللہ عنہما کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (العلل الکبیر: ۱/۳۶۴)

...) امام ابن القطان الفاسی (وفات ۶۲۸ھ):

ان کی معروف کتاب بیان الوھم والایھام الواقعین ...فی کتاب الاحکام سے متعدد حوالے پیش خدمت ہیں:

❶ "وقد ذكر الترمذى فى كتاب العلل أنه سأل البخارى عن هذا الحديث نفسه." (۲/۴۰۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۳۸۸)

❷ "هو ما ذكر الترمذى عنه فى كتاب العلل." (۲/ ۲۶۰ . ازاں بعد امام ابن القطان نے امام بخاری وغیرہ کے قول کی توضیح کی۔ دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۲۸۸)

❸ "قال الترمذى فى كتاب العلل." (۲/ ۳۸۲ . العلل الکبیر میں یہ قول نہیں مل سکا)

❹ "ذكر ذلك فى كتاب العلل." (۲/ ۳۸۸) (دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۳۰۸)

❺ "ذكره الترمذى فى كتاب العلل" (۲/ ۳۹۰ . یہ قول العلل الکبیر میں نہیں مل سکا)

❻ "والترمذى قد ذكر فى كتاب العلل." (۲/ ۴۳۹ . دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۴۷۹)

❼ "وقال الترمذى فى (علله)." (۲/ ۴۴۱) (دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۱۳۷)

❽ "قاله الترمذى فى (علله)." (۳/ ۳۲۹) (دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۱۹۴)

❾ "وقد ذكر الترمذى عن البخارى أنه منكر الحديث." (۳/ ۱۱۲ . جب کہ العلل الکبیر (۱/۳۶۶) میں "هو رجل مجهول" ہے)

❿ "وحكى الترمذى عن البخارى." (۳/ ۵۵۲ . دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۲۸۸)

⓫ "وذكر ابو عيسى الترمذى هذا الحديث فى كتاب العلل." (۳/ ۶۰۲، ۶۰۳ . دیکھیے العلل الکبیر: ۲/۹۵۴، ۹۵۵)

⓬ "ذكر ذلك الترمذى عنه فى (علله)." (۴/ ۹۸. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۱۸۷)

⓭ "هذا ما ذكر الترمذى عن البخارى فى كتاب العلل." (۴/ ۵۷۷. دیکھیے العلل الکبیر: ۲/۶۶۶)

⓮ "قال الترمذى فى كتاب العلل." (۵/ ۵۶. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۳۰۷، ۳۰۸)

⓯ "ذكر ذلك فى كتاب العلل." (۵/ ۱۳۰. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۱۲۵)

⓰ "وهو علل الترمذى." (۵/ ۱۳۳. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۱۲۵)

⓱ "وذكر الترمذى فى علله." (۵/ ۲۲۵. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۱۴۳)

⓲ "وقال فى العلل." (۵/ ۲۶۷، ۲۶۸. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/۱۸۴)

⓳ "قال فى كتاب العلل." (۵/ ۳۸۵. دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۲۱۸)

(باقی آئندہ)



تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ② آخری

سندِ کتاب اور منہجِ محدثین

محمد خبیب احمد (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

⑦ امام ابن المواق (وفات ۶۴۲ھ):

ان کی معروف کتاب کا نام ہے: "بغية النقاد النقلة فيما أخل به كتاب "البيان" وأغفله أو ألم به فما تممه ولا كمله"

یہ کتاب "بيان الوهم والايهام" لابن القطان کا تکملہ ہے، جیسا کہ نام سے واضح ہوتا ہے۔

❶ "خرجه الترمذي في كتاب العلل."
(بغية النقاد النقلة: ۲/ ۳۹۵. دیکھیے العلل الكبير: ۱/ ۳۲۶)

❷ "وهكذا ذكر ابو عيسى الترمذي عن البخاري في العلل." (بغية النقاد النقلة: ۲/ ۱۸۰-۱۸۱. دیکھیے العلل الكبير: ۱/ ۲۸۹، ۲۹۰)

❸ "وإنما وقع بهذا اللفظ عند الترمذي في العلل." (بغية النقاد النقلة: ۲/ ۲۵)

یہ قول العلل الکبیر میں نہیں ملا۔ اس مقام پر ڈاکٹر محمد خرشافی رقم طراز ہیں:

"یہ حدیث امام ترمذی کی مطبوع دونوں علل (کبیر، صغیر) میں نہیں۔ نہ ان کی الجامع الصحیح (سنن ترمذی) میں ہے۔ ان دونوں کتب میں اس حدیث کا عدمِ وجود امام ترمذی سے روایات کے مختلف ہونے کا سبب ہوسکتا ہے۔ یا پھر وہ العلل الکبیر میں موجود تھی مگر ابو طالب قاضی نے اپنی کتاب میں اسے مرتب نہیں کیا۔"

(حاشيه تحقيق بغية النقاد النقلة: ۲/ ۲۵)

❹ "فأورد الحديث أيضا من علل الترمذي." (بغية النقاد النقلة: ۲/ ۱۳۲. یہ قول العلل الکبیر میں نہیں ملا)

⑧ امام نووی (وفات ۶۷۶ھ):

❶ "وقال الترمذي في كتاب العلل."
(المجموع شرح المهذب: ۲/ ۳۵)

❷ (المجموع: ۳/ ۵۳)

❸ (المجموع: ۵/ ۱۶، ۴۱۷، ۴۵۳)

❹ "ونقل البيهقي عن الترمذي يعني من كتاب العلل له." (المجموع: ۹/ ۲۵۵)

امام نووی کے اس بابت دیگر اقوال ان کی کتاب خلاصة الاحکام وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

⑨ امام ابن دقیق العید (وفات ۷۰۲ھ):

موصوف نے اپنی کتاب "الامام فی معرفة احادیث الاحکام" میں تین مقامات پر کتاب العلل للترمذی سے مختلف عبارتیں نقل کی ہیں۔ اور کتاب کے نام کی صراحت بھی کی ہے۔

(الامام: ۱/ ۱۰۹، ۱۱۱، ۲/ ۶۵)

علامہ ابن دقیق العید نے متعدد مقامات پر امام بیہقی کے ایسے اقوال نقل کیے ہیں جن میں العلل الکبیر للترمذی سے امام بیہقی نے متعدد نصوص ذکر کی ہیں۔

(الامام: ۱/ ۱۵۸، ۱٦۰، ۳۷٤، ۵۷۹، ۲/ ۱٦٦، ۱۸۷، ۲۲۲، ۳٦٦، ۳۸۱، ٤۹۹، ۵۵۱)

اسی طرح ایک مقام پر امام ابن القطان الفاسی کی عبارت نقل کی ہے جس میں العلل الکبیر کا حوالہ مذکور ہے۔
(الامام: ۳/ ۳٤۳)

علاوہ ازیں امام بخاری کے متعدد اقوال بہ واسطہ امام ترمذی نقل کیے ہیں۔ یا پھر بدون نسبت ہی ذکر کیے ہیں۔ (الامام: ۱/ ۹۸، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۲/ ۵۵، ۱۶۲، ۱۶۷، ۱۹۰، ۳۷۷، ۳/ ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۴۰، ۳۴۲)

نوٹ: ''الامام'' کا ابتدائی حصہ (مخطوط کی جلد اول) مطبوع ہے۔ اگر پوری کتاب سے ایسے حوالے تلاش کیے جاتے تو یقیناً ان کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔

⑩ امام مزی (وفات ۷۴۲ھ):

امام صاحب رقم طراز ہیں:

''کتاب العلل للترمذی اس کتاب کے علاوہ ہے جو امام ترمذی نے جامع ترمذی کے آخر میں ذکر کی ہے۔''
(مقدمة تهذيب الكمال: ۱/ ۲۸)

⑪ امام ابن عبدالہادی (وفات ۷۴۴ھ):

انھوں نے اپنی کتاب ''تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق'' میں چھ مقامات پر کتاب العلل کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (۱/ ۱۰۴، ۲۰۲، ۲۷۳، ۲/ ۱۷۱، ۲۲۱، ۳۲۱)

اسی طرح انھوں نے امام بیہقی کی وہ عبارتیں نقل کی ہیں جن میں العلل الکبیر کا حوالہ موجود ہے۔ (۱/ ۳۳، ۳۵، ۲/ ۲۰۵، ۲۴۷)

اسی طرح متعدد مقامات پر امام ترمذی کی امام بخاری سے روایت نقل کی ہے، یعنی جن پر امام بخاری نے تبصرہ کیا ہے۔
(۱/ ۲۰، ۱۵۱، ۲/ ۹۰، ۱۳۱، ۱۸۹، ۲۰۳، ۳۲۳، ۳/ ۳۸۷)

حافظ ابن عبدالہادی نے العلل الکبیر کی متعدد نصوص بالواسطہ اور بلا واسطہ نقل کی ہیں۔ (تعلیقة علی العلل لابن ابی حاتم: (۳۶، ۴۷، ۴۸، ٦۰، ۱۲۱، ۱۴۳ وغیرہ۔ المحرر فی الحدیث: ۱/ ۲۹۵ ح: ٤۹۱)

حافظ ذہبی (وفات ۷۴۸ھ):

انھوں نے متعدد مقامات پر صراحت کی ہے کہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں فرمایا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ٦/ ۱۴۱، میزان الاعتدال: ۲/ ۸۴، ۳/ ۷۴، المغنی: ۲/ ۴۳۴، رقم: ۴۱۲۲، تہذیب التہذیب: ۱/ ۱۰۹ نقلاً عن المزی)

حافظ ذہبی کا بے جا اندیشہ:

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا: میں نے احمد، علی، اسحاق، ابو عبید اور عام اصحاب کو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انھیں مسلمانوں میں سے کسی نے ترک نہیں کیا۔ ان کے بعد کون ہوئے ہیں؟ (جو ان کی روایت ترک کرتے ہیں!) میں کہتا ہوں: امام بخاری سے ان الفاظ کا صدور مجھے بعید از امکان دکھائی دیتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ ابو عیسیٰ (امام ترمذی) کو وہم ہوا ہو۔ ورنہ امام بخاری عمرو کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ آپ کا امام بخاری کے اس قول ''ان کے بعد کون ہوتے ہیں؟'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر اُنھوں نے عمرو سے استدلالاً اور متابعتاً روایت بھی نہیں لی۔'' (سیر اعلام النبلاء: ۵/ ۱٦۷)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ خدشہ درست نہیں کہ امام ترمذی کو غلطی لگی ہے، کیوں کہ التاریخ الکبیر للبخاری (٦/ ۳۴۲، ۳۴۳) میں یوں عبارت ہے:

"قال البخاري: ورأيت أحمد بن حنبل وعلي بن عبدالله والحميد وإسحاق بن

ابراهيم يحتجون بحديث عمرو بن شعيب عن أبيه ."

یہاں یہ بات محل بحث ہے کہ امام بخاری نے امام احمد، امام ابن مدینی، امام ابن راہویہ کے ساتھ چوتھا نام کس محدث کا ذکر کیا ہے، امام حمیدی کا یا امام ابوعبید قاسم بن سلام کا؟

التاریخ الکبیر کے محولہ مقام پر ''الحمید'' غلط ہے۔ صحیح الحمیدی ہے۔ التاريخ الكبير (٦/ ٣٤٢ المكتبة الشاملة) کے ایڈیشن، جو محمود خلیل کے حواشی کے ساتھ مطبوع ہے، میں صحیح طور پر واقع ہے۔

حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۶/ ۸۷) میں التاریخ الکبیر کے راوی (محمد بن سہل) سے ''الحمیدی'' نقل کیا ہے۔ حافظ عقیلی نے ''الحمیدی'' نقل کیا ہے۔ (الضعفاء الکبیر: ۳/ ۲۷۴)

حافظ ذہبی نے علل الترمذی الکبیر سے یہی نقل کیا ہے۔ (ميزان الاعتدال: ٣/ ٢٦٤، ترتيب العلل الكبير: (١/ ٣٢٥-٣٢٦، رقم: ١٠٧ ماجاء فی صدقة الفطر)

امام بخاری سے احمد بن تمیم بن عباد نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ (سنن الدارقطني: ٣/ ٥١. دوسرا نسخہ: ٢/ ٦٤٩، رقم: ٢٩٦٨ إسناده واه)

اسی طرح امام بخاری سے ابوبکر عبید اللہ بن محمد بن عبدالعزیز العمری نے نقل کیا ہے۔ (طبقات الحنابلة لابن ابی یعلی: ١/ ٢٧٢، ٢٧٣)

جب کہ درج ذیل مراجع میں ابوعبید ہے، جو قاسم بن سلام مشہور محدث ہیں:

(تهذيب الكمال للمزی: ٢٢/ ٦٩ و ٢٣/ ٣٦٩ نقلاً عن القراءة خلف الامام للبخاری، سير اعلام النبلاء: ٥/ ١٦٧، بحر الدم لابن عبدلهادی، ص: ٣٢٠، رقم: ٧٦٢ وفيه ابوعبيدة، مغانی الاخيار للعينی: ٢/ ٣٩٥، اسعاف المبطأ برجال الموطأ للسيوطی، ص: ٨٣، رقم: ٢٠٠، شذرات الذهب: ١/ ١٥٥ نقلاً عن المغنی للذهبی)

اس لیے معلوم یہی ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کبھی امام حمیدی کا نام ذکر کیا اور کبھی امام ابوعبید کا۔

باقی رہا معاملہ حافظ ذہبی کا امام ترمذی پر نقد کرنا تو وہ درست نہیں۔ علماء کے ہاں یہ معروف ہے کہ کتنے ایسے راوی جو امام، ثقہ اور ثبت ہیں مگر امام بخاری ان سے روایت نہیں لیتے، جیسے امام شافعی اور امام ابوداود طیالسی ہیں۔ امام صاحب نے کسی جرح کی وجہ سے ان کی روایت ترک نہیں کی، بلکہ عالی سند یا دیگر خصائص اسناد ہی کی بنا پر دوسرے راویوں کی روایت کو ترجیح دی ہے، بلکہ محدثین تو اعلیٰ سند کے حصول پر ضعیف راویوں کی روایت بھی ذکر کردیتے ہیں۔

⑬ حافظ ابن تیمیہ (وفات ۷۲۸ھ):

انھوں نے حدیث ((أفطر الحاجم والمحجوم.)) کے تحت امام بخاری کی تصحیح بہ واسطہ امام ترمذی نقل کی ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۵/ ۲۵۵۔ یہ تصحیح العلل الکبیر: ۱/ ۳۶۲، ۳۶۳ میں موجود ہے)

⑭ امام ابن القیم (وفات ۷۵۱ھ):

موصوف نے کئی مقامات پر بالصراحت کتاب العلل للترمذی سے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ (تهذيب سنن ابی داود: ١/ ٢٢، ١١٠، ١٣٤، زاد المعاد: ٢/ ٢٧٦، ٣٨٥، إغاثة اللهفان: ١/ ٤٧٧، إعلام الموقعين: ٢/ ٢٥٤، ٣/ ٤٢، الطرق الحكمية، ص: ٣٠٦)

⑮ حافظ علائی (وفات ۷۶۱ھ):

(جامع التحصیل، ص: ۱۴۸، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۷۶، ۲۳۱)

⑯ علامہ مغلطائی (وفات ۷۶۲ھ):

الإكمال للمغلطائی: ١/ ٣١٦،

١/ ٢٥، ٣/ ٣٢٠، ٤/ ٣٢٧، ٦/ ١٦٧، ٧/ ٣١،
١٣٧، ٢٢٩، ٢٨٥، إكمال المغلطائی - التراجم
الساقطة: ٢٦٦ . تلك عشرة كاملة ولدينا مزيد .

⑰ علامہ زیلعی (وفات ۷۶۲ھ):

نصب الراية : ۱/۴،۲۴، ۱۶۸، ۲۵۹، ۲،۳۷۰/۳،۸۹/۳۰۹،
۳۱،۳۹۵/۴،۲۳،۵۱،۹۷،۲۱۷،۳۴۰،۳۶۶،۱/۱۹۵ نقلاً عن
البیقهی . (دیکھیے العلل الکبیر:۱/۱۹۰)

⑱ علامہ زرکشی (وفات ۷۹۴ھ):

التذکرة فی الاحادیث المشتهرة، ص:١٦٣،
النکت علی مقدمة ابن الصلاح للزرکشی، ص:
٧١ . (دیکھیے العلل الکبیر : ١/ ٣٣٧)
النکت ، ص: ١١٨ . (العلل الکبیر : ١/ ١٨٤ بلفظ
'هذا حدیث خطأ')

⑲ حافظ ابن رجب (وفات ۷۹۵ھ):

فتح الباری: ۱/۳۰۱،۲/۲۰۹،۴۱۹،۴/۱۳۲،۴۰۵،۶/۲۹۲۔ شرح
علل الترمذی: ۲/۸۵۷۔

⑳ حافظ ابن الملقن (وفات ۸۰۴ھ):

البدر المنیر: ۲/۴۳۶،۳/۳۴۱،۵/۵۶،۲۴۵،۵۸۸،
التوضیح: ۱۶/۴۲۱۔ (دیکھیے العلل الکبیر:۱/۵۵۱)

㉑ حافظ عراقی (وفات ۸۰۶ھ):

التقیید والإیضاح: ١/ ٤٦٧ ، تقریب الاسانید
مع شرحه تیسر المجید: ٢/ ٣٤٤ ، نسخة اخری مع
شرحه طرح التثریب: ٦/ ١١٨ ، وشرح الجامع
للترمذی بہ حوالہ طرح التثریب: ٦/ ١١٨ ، ذیل میزان
الاعتدال ، ص: ١٦٩ ترجمه جابر العلاف .

㉒ حافظ ابوزرعہ بن الحافظ العراقی (وفات ۸۲۶ھ):

المدلسین: ۱۰۹، طرح التثریب: ۳/۷۱،۶/۱۱۸۔

㉓ حافظ بوصیری (وفات ۸۴۰ھ):

مصباح الزجاجة: ۱/۱۰۱، ح:۱۴۱، ۱/۱۱۰، ح:۱۶۴، ۱/۱۴۷،
ح:۲۵۵، ۱/۳۲۰، ح:۶۵۶، ۱/۳۴۹، ح:۲۱۔

㉔ حافظ سبط ابن العجمی (وفات ۸۴۱ھ):

التبیین ، ص: ١٢ .

㉕ حافظ ابن الترکمانی ۸۴۵ھ:

الجوهر النقی: ١٠/ ٧٢، ١/ ٣٠٠،
٤/ ١١، ١٢ .
آخری دونوں حوالے الزامی طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔

㉖ حافظ ابن حجر (وفات ۸۵۲ھ):

تهذیب التهذیب : ١/ ١٧٨ ، ١٩٣ ، ٢/ ١٥٩ ،
٣/ ٤٧ ، ٩٨ ، ٢٣٨ ، ٤/ ٢٧٧ ، ٥/ ٦٩ ، ٨١ ،
١٤٦ ، التلخیص الحبیر: ١/ ١٨٨ ، رقم: ٢٨٣ ،
١/ ٢٢٥ ، رقم: ٣٣٦ ، ٢/ ٤٨٠ ، رقم:
٢/ ٧٧٨ ، ٣/ ٥٥٣ ، رقم: ٩٥٠ ، ٢/ ٧٢١ ، رقم:
١٣٠٠ ، ٢/ ٧٦٠ ، رقم: ١٣٩٧ ، ٣/ ١٠٨٧ ،
رقم: ٢١٧١ ، ٣/ ١٣٧٣ ، رقم: ٢٩١٢ ،
٣/ ١٤٠١ ، ١٤٠٢ ، رقم: ٢٩٥٩ ، ٣/ ١٤١٥ ، رقم:
٢٩٨٠ ، ٥/ ٢٣١٩ ، رقم: ٤٩٢٨ ، ٤٩٢٩)،
٦/ ٣٢٣٨ ، رقم: ٦٨٦٠ .

㉗ علامہ عینی (وفات ۸۵۵ھ):

عمدة القاری: ۲/۲۴۱،۲۵۲، ۳/۱۱۲،۱۱۵، ۷/۱۴۹، ۹/۹،۱۲۴،
۱۰/۲۶۸،۳۰۵، ۱۱/۷۷، ۱۳/۲۴۵، ۲۱/۲۴۶۔

㉘ حافظ سخاوی (وفات ۹۰۲ھ):

التحفة اللطیفة: ٢/ ٥٤ ، ترجمه: ١٢٢٧ ، فتح
المغیث: ١/ ٨٥ .

㉙ حافظ سیوطی (وفات ۹۱۱ھ):

تدریب الراوی: ۲/۲۶۴، النوع: ۶۰۔

㉚ علامہ علی قاری (وفات ۱۰۱۴ھ):

مرقاۃ المفاتیح: ۳/۲۹۴، ۴/۲۵۴۔

㉛ علامہ مناوی (وفات ۱۰۳۱ھ):

فیض القدیر: ۱/۴۱، ۶۸، ۱۱۹، ۲۱۳، ۲۲۷، ۲۶۷، ۳۴۱، ۵۵۵، ۵۵۶، ۲/۲۵۸، ۲۶۰، ۲۹۴، ۳۲۲، ۳/۲۷، ۲۰۹، ۲۸۳، ۳۷۶، ۴۰۷، ۴۲۶، ۴/۱۶۲، ۳۶۹، ۴۰۶، ۴۳۴، ۵۳۳، ۵/۵۴، ۹۲، ۱۷۸، ۲۱۴، ۲۴۱، ۳۹۷، ۶/۱۱، ۵۵، ۶۲، ۶۵، ۷۸، ۱۲۶، ۱۷۲، ۱۸۴، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۶۳، ۳۴۱، ۳۴۵، ۴۱۷، ۴۶۴۔

㉜ علامہ حسین مغربی (وفات ۱۱۱۹ھ):

البدر التمام: ۵/۱۵۴۔

㉝ علامہ صنعانی (وفات ۱۱۸۲ھ):

سبل السلام: ۴/۲۰۶۔

㉞ امام شوکانی (وفات ۱۲۵۰ھ):

نیل الاوطار: ۱/۱۴۵، ۲۷۲، ۳۰۱، ۳/۲۹۷ نقلاً عن العراقی، ۴/۱۳۱ وغیرہ۔ السیل الجرار: ۱/۳۱۷ نقلاً عن العراقی، ۲/۲۶، ۲۷ وغیرہ۔

㉟ علامہ محمد عابد سندھی (وفات ۱۲۵۷ھ):

انھوں نے اپنی سند سے کتاب العلل کی روایت ذکر کی ہے۔ (حصر الشارد من اسانید محمد عابد: ۱/۳۷۸، رقم: ۷۴۰)

㊱ علامہ شمس الحق عظیم آبادی (وفات ۱۳۲۹ھ):

غاية المقصود فی شرح سنن ابی داود: ۱/ ۹۵. (دیکھیے العلل الکبیر: ۱/ ۸٤)

㊲ محدث عبدالرحمان مبارک پوری (وفات ۱۳۵۳ھ):

تحفة الاحوذی: ۱/ ۳۵۹ح: ۷۰، ۱/ ۸۰۱، ح:۵۳٦، ۱/ ۸٦٦، ح:٦۲۱، ۱/ ۸۷٥، ح:٦۳٦، ۲/ ۱۷٦۲، ح:۲۱٦۷ نقلاً عن الحافظ ابن حجر. ۱/ ۸۰۱، ح: ۵۳٦ نقلاً عن النیموی ونقل النیموی عن الزیلعی.

㊳ محدث احمد شاکر (وفات ۱۳۷۷ھ):

محدث احمد شاکر نے العلل الکبیر للترمذی کو گم شدہ کتب میں سے قرار دیا ہے۔ (مقدمہ تحقیق جامع الترمذی: ۱/۹۰)

㊴ علامہ معلمی (وفات ۱۳۸۶ھ):

مجموعہ رسائل: ۱۴/۱۱، ۲/۲۰، ۳۷۸، ۱۱/۲۳۹۔

㊵ محدث عبید اللہ رحمانی (وفات ۱۴۰۴ھ):

مرعاة المفاتيح: ۲/ ۳۳، ۳٤، ۲۱٦، ۳/ ٥١٤، ۲/ ۳٥۸، ۷/ ۱۱٤ نقلاً عن البیهقی، ٥/ ٥٥ نقلا عن العراقی، ٦/ ٤٦۷، ٤٦۸، ۸/ ۱۸۰ نقلاً عن ابن حجر، ٦/ ٤١٤ نقلاً عن العینی، ۹/ ٥٥١ نقلاً عن المناوی، ٥/ ٤۷ نقلاً عن الشوکانی.

㊶ محدث البانی (وفات ۱۴۲۰ھ):

ارواء الغليل: ۳/ ۱۰۸، ٤/ ٦۹، ٥/ ۲۱٦ نقلاً عن الزیعلی، الضعیفة: ۱۹۷ نقلاً عن الذهبی، الضعیفة: ۱۳۰۰ نقلاً عن المناوی، الصحیحة: ۸۹۹ نقلاً عن المناوی.

اس کے بعد جن محققین نے اس کتاب کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے، ان کا ذکر نہایت طویل ہے۔ اس لیے ہم اس سے اغماض برتتے ہیں۔ تحقیق الاحادیث پر مشتمل کوئی بھی کتاب اُٹھالیں اس میں العلل الکبیر کے متعدد حوالے مل جائیں گے، ان شاءاللہ۔

دوسری دلیل:

امام ترمذی ناقل ہیں:

"قال محمد: ولا أعرف لسفيان الثوری عن

حبيب بن أبی ثابت و لا عن سلمة بن كهيل ولا عن منصور، و ذكر مشايخ كثيرة. لاأعرف لسفيان عن هؤلاء تدليسا، ماأقل تدليسه!"(ترتيب العلل الكبير : ٢/ ٩٦٦)

''امام بخاری نے فرمایا: میں سفیان ثوری کی حبیب بن ابی ثابت، سلمہ بن کہیل اور منصور سے اور دیگر مشائخ سے تدلیس کرنا نہیں جانتا۔ان کی تدلیس کتنی ہی کم ہے!''

امام بخاری کا یہ قول درج ذیل محدثین اور محققین نے ذکر کیا ہے۔ کسی نے اس قول یا اس کے مصدر (العلل الکبیر) کی نفی نہیں کی۔ حالانکہ سبھی کا بنیادی مرجع یہی کتاب ہے:

① حافظ ابن عبدالبر۔(التمہید :۱/۳۵)
② حافظ علائی۔(جامع التحصیل،ص:۱۳۰)
③ حافظ ابن رجب۔(شرح علل الترمذی:۲/۸۵۷)
④ حافظ ابوزرعہ عراقی۔(المدلسین،ص:۱۰۹)
⑤ حافظ سبط ابن العجمی۔(التبیین،ص:۱۲)
⑥ حافظ ابن حجر۔(النکت:۲/۶۳۱)
⑦ حافظ سخاوی۔(فتح المغیث:۱/۲۱۹)
⑧ ذہبی عصر علامہ معلمی۔(ملخص طبقات المدلسین ص:۲۶۷، مجموع الرسائل الحدیثیۃ:۱۰/۲۶۷ الرسالۃ العاشرۃ)
⑨ سید محب اللہ شاہ راشدی۔(مقالات راشدیہ:۱/۳۲۵)
⑩ علامہ ابوعبیدہ مشہور بن حسن۔(بهجة المنتفع،ص:۳۸۵)
⑪ ڈاکٹر خالد بن منصور الدریس۔

(الحدیث الحسن لذاتہ ولغیرہ:۱/۲/۴۷۲_۴۷۳)

⑫ شیخ ابراہیم بن عبداللہ اللاحم۔(الاتصال والانقطاع،ص:۳۲۱)
⑬ شیخ حماد انصاری۔(التدليس والمدلسون: ۳، ۱۰)
⑭ شیخ عبداللہ بن یوسف الجدیع۔

(تحریر علوم الحدیث:۲/۹۷۴-۹۷۵)

⑮ شيخ حمزة عبدالله المليبارى.

(الموازنة بين المتقدمين والمتاخرين، ص: ٢٧٥)

⑯ ڈاکٹر ابوبکر الکافی۔(منہج الامام البخاری،ص:۲۰۷)
⑰ شيخ عبدالله بن عبدالرحمان السعد.

(تقدیم منہج المتقدمین،ص:۳۷)

⑱ شيخ مسفر بن غرم الله الدمينى.

(التدليس فى الحديث، ص: ١١٧، ٢٦٥)

⑲ شیخ محمد بن طلعت۔(معجم المدلسين :٣٩ نقلا عن الشيخ جديع وص: ٢٠٦)
⑳ شیخ صالح بن سعید عومار الجزائری۔(التدلیس،ص:۱۴۹)
㉑ شیخ عدنان علی الخضر۔(الموازنة بين منهج الحنفية ومنهج المحدثين فى قبول الاحاديث وردها، ص: ٣٣٣)
㉒ شیخ محمد بن عبداللہ غبان الصبحی۔

(فتنة مقتل عثمان بن عفان : ٢/ ٨٨٥)

㉓ اخى ومحبى الكريم ابن بشير الحسينوى الاثرى الباكستانى. (موسوعة المدلسين ، ص: ٥٥، ٥٦)

تیسری دلیل: علل اور جامع ترمذی میں امام بخاری کے اقوال کا موازنہ:

العلل الکبیر کا سرسری نظر سے مطالعہ اور جامع ترمذی سے تقابل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے اکثر اقوال ان دونوں کتب میں یکساں ہیں، بلکہ بعض مقامات پر الفاظ بھی ایک جیسے ہیں، ملاحظہ ہو:

① العلل الکبیر(۱/۱۰۰،۱۰۱)۔(ترمذی:۱۷)
② العلل الکبیر(۱/۱۰۶)۔(ترمذی:۲۲)

③ العلل الکبیر (۱/۱۱۰)۔ (ترمذی: ۲۵)

④ العلل الکبیر (۱/۱۱۵)۔ (ترمذی: ۳۱)

⑤ العلل الکبیر (۱/۱۶۰)۔ (ترمذی: ۸۴)

چوتھی دلیل: امام ترمذی کے اقوال کا باہمی موازنہ:

سنن ترمذی اور العلل الکبیر چونکہ امام ترمذی کی تصانیف ہیں بہ ایں وجہ اسلوبِ بیان بھی ایک جیسا ہے۔ البتہ فرق اتنا ضرور ہے کہ ترمذی میں اجمال ہے تو العلل میں تفصیل۔ بالخصوص علل کے حوالے سے العلل الکبیر میں زیادہ وضاحت ہے کیوں کہ یہ کتاب اس فن پر لکھی گئی ہے اور ترمذی میں اصل سنن ہیں۔

اور کبھی دونوں کی عبارات میں یکسانیت ہوتی ہے۔

معلوم ہی ہے کہ سنن، العلل الکبیر اور العلل الصغیر تینوں مستقل کتب ہیں۔ ان میں ایسے فوائد بھی ہیں جو صرف کسی ایک ہی کتاب کی زینت ہیں۔

ہمارے سامنے کوئی ایسی مثال نہیں گزری جس سے معلوم ہو کہ امام ترمذی کی رائے یہاں متصادم ہے، یعنی جامع ترمذی اور العلل الکبیر میں۔ ان دونوں کتب میں امام ترمذی کے باہمی اقوال کا موازنہ حاضر ہے:

① العلل الکبیر (۱/۸۱)۔ (ترمذی: ۳)

② العلل الکبیر (۱/۹۳)۔ (ترمذی: ۱۳)

③ العلل الکبیر (۱/۱۰۱)۔ (ترمذی: ۱۷)

④ العلل الکبیر (۱/۱۱۲)۔ (ترمذی: ۲۵)

⑤ العلل الکبیر (۱/۱۵۲)۔ (ترمذی: ۸۱)

یہ صرف پانچ مثالیں ہیں، کئی مثالیں اور بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔

پانچویں دلیل: العلل الکبیر اور امام بخاری کی کتب:

امام ترمذی نے امام بخاری کے جو اقوال اپنی کتاب میں ذکر کیے ہیں وہی من وعن امام بخاری کی اپنی کتب میں موجود ہیں۔ صرف تین مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱: عامر بن اسامہ بن عمیر الهذلی۔ (العلل الکبیر: ۲/۹۵۸، ترمذی: ۲۱۴۷) اور تقابل کیجیے: (التاریخ الکبیر للبخاری: ۳/۳۶۹ ترجمہ: ۱۲۵۱، التاریخ الاوسط: ۳/۵۹، رقم: ۱۰۱)

۲: ابو ریحانہ شمعون صاحب النبی ﷺ۔ (العلل الکبیر: ۲/۹۶۰) اور ملاحظہ فرمایئے: (التاریخ الکبیر: ۴/۲۶۴، التاریخ الاوسط: ۱/۲۰/۷)

۳: ابو الخلیل صالح بن ابی مریم۔ (العلل الکبیر: ۲/۹۶۱، ترمذی: ۱۱۳۲، ۳۰۱۷) اور دیکھیے: (التاریخ الکبیر: ۴/۲۸۹)

نیز دیکھیے اسی مقالے میں ذیلی عنوان ''حافظ ذہبی کا بے جا اندیشہ''

چھٹی دلیل:

کتاب کے مخطوط پر درج ذیل عبارت موجود ہے:

"كتاب فيه علل الترمذي الكبير، رتبه على كتب الجامع ابو طالب القاضي."

''اس کتاب میں علل الترمذی الکبیر ہے۔ اسے جامع (ترمذی) کی ترتیب پر ابو طالب قاضی نے مرتب کیا ہے۔''

جیسا کہ مخطوط کی نقل سے عیاں ہے۔

(تحقیق کتاب العلل: ۱/۶۷)

نیز ابو طالب قاضی نے بھی صراحت کی ہے کہ میں نے ابو عیسیٰ الترمذی کی کتاب العلل کو جامع ترمذی کی ترتیب کے مطابق ڈھالا ہے۔ (مقدمہ ترتیب: ۱/۷۳)

ساتویں دلیل:

جو کتب جعلی، وضعی اور جھوٹی ہیں محدثین نے ان کی قلعی کھول دی

ہے۔ وہ ان سے بے خبر نہیں رہے۔ ماضی قریب میں جب مبتدعین نے مصنف عبدالرزاق کا خود ساختہ جز شائع کیا تو اہل توحید نے ان کی خوب خوب خبر لی۔ پوری دنیا میں تعاقب کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ ناشرین کے لیے منھ چھپانا مشکل ہو گیا۔ صرف پاکستان ہی میں چار علماء نے اس کا رد لکھا۔ جن میں استاذ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ، حافظ زبیر علی زئی، مولانا یحییٰ گوندلوی رحمہما اللہ اور مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ شامل ہیں۔ یہ مقالے ''جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی'' کے نام سے مکتبہ اسلامیہ (لاہور، فیصل آباد) سے شائع ہو چکے ہیں۔

کتب تو ایک طرف رہیں، محدثین تو احادیث کے الفاظ میں کمی وبیشی برداشت نہیں کرتے۔ دوستوں نے جب مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن ابی داود اور المستدرک للحاکم میں جزوی تحریفات کی جو سعی نامشکور کی، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اہل حق نے ان کا بروقت تعاقب کیا اور ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ (ملاحظہ کیجیے: کتب حذر منها علماء لابی عبیدة مشهور بن حسن، الردود لبكر بن عبدالله ابی زید، زوابع فی وجه السنة قديما وحديثا لصلاح الدين مقبول احمد)

ان کا اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا علل الترمذی پر نقد نہ کرنا اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

آٹھویں دلیل:

کتاب العلل دلچسپ قصوں یا افسانوں پر مشتمل کتاب نہیں بلکہ علل الحدیث اور رجال کی معرفت پر مبنی تصنیف ہے جس سے استفادہ اہل علم ومحدثین کا وظیفہ ہے۔ محدثین عوامی کتب کے بارے میں شاید نرم رویہ اختیار کر لیں مگر وہ فن جرح وتعدیل سے متعلق کتب میں نہایت احتیاط برتتے ہیں۔ اس کے باوجود کسی نے اس کتاب کی نسبت میں شک نہیں کیا۔

امام بیہقی سے لے کر ہنوز یہ کتاب علماء اور محققین کا مرجع رہی ہے، یہ گویا اس کی صحت پر اجماع ہے۔

نویں دلیل:

مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''صحتِ کتاب: روایات وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی معیار یہ ہے کہ اولاً: جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بہ ذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

ثانیاً: ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا بہ سند صحیح ہو۔ کتاب کے دیگر نسخوں کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

ثالثاً: ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات بہ سند، صحیح ومتصل ہو اور علتِ قادحہ سے خالی ہوں۔''

(مقدمہ نور العینین، ص: ۶۱، ۶۲۔ طبع اکتوبر ۲۰۱۲ء)

ان کے اس کلام کے پیش نظر ہم یہ کہیں گے کہ علل الترمذی الکبیر کا انتساب ''بالتواتر'' ثابت ہے۔ لہٰذا اس کا انکار درست نہیں۔

ہماری معلومات کے مطابق کسی محدث اور محقق نے اس کتاب کا انکار نہیں کیا۔ جو لوگ اس کی نسبت میں شک میں مبتلا ہیں، انھیں غور کرنا چاہیے کہ کہیں وہ حدیث اور مصطلح الحدیث کی خدمت کی آڑ میں اس فن کے انہدام کی طرف تو قدم نہیں بڑھا رہے۔ والله المستعان وعليه التكلان.

نوٹ: علل الترمذی الکبیر کے علاوہ دیگر ایسی کتب ہمارے مقالے کے ''حصہ دوم'' میں آئیں گی، ان شاء اللہ العزیز۔



دعائے مغفرت

حمید اللہ خان عزیز ایڈیٹر مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ کے برادر نسبتی تنویر شہزاد مظفر گڑھ میں ۹ جون منگل کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ تفہیم الاسلام)